انڈونیشیا: مسلم - مسیحی تناؤ—ایک تجزیہ

آبادی کے لحاظ سے مسلم دُنیا کے سب سے بڑے ملک انڈونیشیا میں مسیحی برادری میں جہاں ایک طرف تیزی سے اضافہ ہوا ہے، وہیں دوسری طرف نو مسیحی آبادی مذہبی جوش و جذبہ سے سرشار ہے اور اس کے بعض طبقے معاشی و معاشرتی حیثیت سے نہایت مؤثر ہیں۔ ۲۰ کروڑ آبادی کا یہ ملک تیرہ ہزار جزائر کا مجموعہ ہے جن کی ایک سرے سے دوسرے سرے تک لمبائی تین ہزار میل سے زیادہ ہے۔ ملک کی آبادی لسانی، نسلی اور قبائلی اعتبار سے سیکڑوں چھوٹے بڑے گروہوں میں بٹی ہوئی ہے۔ تقریباً ۸۳ فیصد آبادی مسلمانوں کی ہے، تاہم آئینی لحاظ سے انڈونیشیا اسلامی ریاست نہیں، البتہ انڈونیشیا کی سرکاری آئیڈیالوجی "پنج شلا" کے مطابق "ایک برتر خداوند" کا تصوّر ملکِ آئین میں ضرور دیا گیا ہے۔ "پنج شلا" آئیڈیالوجی اس کے ساتھ انسانیت، قومی وحدت، جمہوریت اور سماجی انصاف پر زور دیتی ہے۔ سرکاری رویّے کے مطابق تمام انڈونیشی پانچ مذاہب (اسلام، پروٹسٹنٹ مسیحیّت، رومن کیتھولک مسیحیّت، ہندومت یا بدھ مت) میں سے کسی ایک سے منسلک ہیں۔ دوسرے لفظوں میں بہائیوں، یہوواہ وٹنسز اور چینی اقلیّتی آبادی کو اپنے روایتی مذاہب تاؤمت اور کنفوشس مت کے حوالے سے کوئی سرکاری اہمیت حاصل نہیں۔ یہ صورت حال، بالخصوص چینی اقلیّتی آبادی کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، مسیحی منادوں کے لیے بہت مفید ثابت ہوئی ہے۔ آج اس اقلیّت سے تعلق رکھنے والے زیادہ لوگ پروٹسٹنٹ مسیحی ہیں، کچھ واقعی پختہ اور باقی برائے نام۔

غیر سرکاری اعداد و شمار کے مطابق انڈونیشیا کی ۱۷ فیصد غیر مسلم آبادی میں مسیحی (۱۳ فیصد) سب سے بڑی اقلیّت ہیں۔ ۱۳ فیصد مسیحیوں میں سے ۳٫۵ فیصد کیتھولک چرچ سے وابستہ ہیں، باقی ۹٫۵ فیصد مسیحی مختلف پروٹسٹنٹ چرچوں سے منسلک ہیں، اور آخر الذکر پروٹسٹنٹ گروہوں میں تقریباً ۵ فیصد ایونجلیکل ہیں۔ باقی ماندہ چار فیصد غیر مسلم آبادی میں دو فیصد ہندو، ایک فیصد مظاہر پرست اور ایک فیصد بدھ مت کے پیروکار ہیں۔

گزشتہ سال ۱۹۹۶ء میں اولاً جون میں ملک کے دوسرے بڑے شہر، سُورابایا میں مسلم - مسیحی پُرتشدد ہنگامے ہوئے، پھر اکتوبر میں سیٹوبونڈو (مشرقی جاوا) اور دسمبر میں اڑھائی لاکھ آبادی کے شہر، ٹاسک ملایا (مغربی جاوا) میں چار چرچ، ۸۰ سے زیادہ دکانیں، ۱۲ پولیس اسٹیشن، چھ بنک، چار سکول اور تین ہوٹل جلا کر راکھ کر دیے گئے تھے۔ ہنگاموں میں شریک افراد کی تعداد دس ہزار سے زیادہ بتائی گئی

تھی۔ بے پناہ مالی نقصان کے ساتھ تین افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

یہ ہنگامے کیوں ہوئے؟ مسیحی رہنماؤں کی رائے میں مسلمان آبادی اُنہیں مذہباً برداشت کرنے کو تیار نہیں اور آئے دن چرچوں پر پتھراؤ کیا جاتا ہے، چرچوں سے متعلق جائیداد کی توڑ پھوڑ کی جاتی ہے اور دیواروں پر دل آزار جملے لکھ دیے جاتے ہیں۔ اِس کے برعکس مسلمان رہنما نومسیحیوں کی جارحیّت اور مسلمان آبادیوں میں اُن کے اندازِ تبشیر کو فسادات اور ہنگاموں کا بنیادی سبب قرار دیتے ہیں، تاہم دسمبر ۱۹۹۶ء کے ہنگاموں میں چرچ کم اور، بنک اور پولیس اسٹیشن زیادہ نشانہ بنے۔ اس صورت میں اِن ہنگاموں کو محض مذہبی تناظر میں دیکھنا درست نہیں۔ ذرا سیاسی منظر نامے پر نظر ڈال لیجیے:

انڈونیشیا کا سیاسی منظر نامہ

صدر سوہارتو، جو سابق فوجی جرنیل ہیں، ۱۹۶۶ء میں برسرِ اقتدار آئے تھے اور اُس وقت سے پوری گرفت کے ساتھ انڈونیشی عوام پر حکومت کر رہے ہیں۔ تیس سالہ مرکزیت زدہ اندازِ حکومت کے خلاف پکنے والا لاوا گاہے گاہے ہنگاموں کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

۱۹۹۶ء کے وسط میں حکومت نے حزبِ اختلاف کی جماعت "انڈونیشین ڈیموکریٹک پارٹی" کے دفتر پر ہلّہ بول دیا تھا۔ پارٹی کی قیادت انڈونیشیا کے بانی رہنما احمد سوئیکارنو کی بیٹی میگاوتی سوئیکارنوپتری کے ہاتھ میں ہے۔ جولائی میں جب پارٹی کے صدر دفتر پر قبضے کی کوشش کی گئی تو جکارتہ میں شدید ہنگامے ہوئے تھے۔ آئندہ برس ۱۹۹۸ء میں انڈونیشیا میں صدارتی انتخاب ہوگا، تاہم ۷۵ سالہ صدر سوہارتو نے تاحال اپنی جانشینی کے بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا۔ تجزیہ نگاروں اور صحافیوں کے مطابق آئندہ صدارتی امیدواروں میں ایک بی - جے - حبیبی ہیں جو صدر سوہارتو کی کابینہ میں ٹیکنالوجی کے وزیر ہیں۔ جنابِ حبیبی "مسلمان دانشوروں کی تنظیم" (ICMI، انڈونیشی بھاسا میں تلفظ "اِچ می" ہے۔) سے بھی وابستہ ہیں جسے سرکاری اشیرباد حاصل ہے۔

حالیہ برسوں میں صدر سوہارتو نے خود بھی حکومت اور علمائے کرام کے درمیان بہتر روابط استوار کرنے کی کوشش کی ہے۔ مثال کے طور اُنہوں نے ۱۹۹۱ء میں فریضۂ حج ادا کیا اور اسے سرکاری ذرائع ابلاغ نے بہت اچھالا۔ "اِچ می" کا بڑا مقصد حکومت کی ناقد مذہبی تنظیموں کا اثر و رسوخ کم کرنا اور برسرِ اقتدار طبقے کا بہتر مذہبی چہرہ پیش کرنا ہے۔ حکومت کی ناقد سب سے بڑی دینی تنظیم "نہضتہ العلماء" ہے جس کے ارکان کی تعداد تین کروڑ کے لگ بھگ بتائی جاتی ہے۔ اس تنظیم کے رہنما عبدالرحمن واحد کی پہچان ایک اعتدال پسند سیاست دان کی ہے۔ "ڈیموکریٹک پارٹی" کی سربراہ میگاوتی نے ایک انٹرویو میں کہا کہ "میں بہت خوش ہوں کہ نہضتہ العلماء کے رہنما عبدالرحمن واحد جیسے فرد ہیں جو بہت

وسیع ذہن کے مالک ہیں۔"

گزشتہ سال کے آخر میں فسادات کا مرکز بننے والا شہر ٹاسک ملایا نہضتہ العلماء کا گڑھ سمجھا جاتا ہے۔ ایک اعتدال پسند رہنما کے پیروکاروں نے چرچ کیوں جلا دیے؟ انڈونیشیا کے بعض لوگوں کی رائے ہے کہ شاید "اچ می" جیسی تنظیمیں نہضتہ العلماء کو نقصان پہنچانے کے لیے یہ ہنگامے کرا رہی ہیں، تاہم عبدالرحمن واحد نے پوری جرأت مندی سے ابتداءً ان فسادات کے ذمہ دار عناصر کی یہ کہتے ہوئے مذمت کی کہ "میں اللہ تعالیٰ سے التجا کرتا ہوں کہ وہ اُن لوگوں کو معاف کر دے جنھوں نے یہ کام کیا ہے، وہ نہیں جانتے کہ اس کے اثرات قوم، ریاست اور برادری پر کیا ہوں گے۔" بعد میں ایک دوسرے موقع پر کہا کہ "میں اِن ہنگاموں کی مذمت کرتا ہوں، چاہے ہنگامہ آرائی میں نہضتہ العلماء کے ارکان ہی کیوں نہ شریک ہوں۔"

مسلم - مسیحی تناؤ

انڈونیشیا میں مسلمانوں اور مسیحیوں کے درمیان پائے جانے والے تناؤ میں نسلی عنصر بھی کار فرما ہے۔ سیٹوبونڈو کے ہنگامے (۱۰ اکتوبر) میں جو لوگ پیش پیش تھے، ان میں "مدوری" نامی قبائلی گروہ کے نچلے متوسط طبقے کے شہری نوجوان شامل تھے۔ "مدوری" اصلاً مشرقی جاوا کے شمال میں واقع جزیرہ "مدورا" کے رہنے والے ہیں۔ یہ لوگ صوبائی/علاقائی رجحانات رکھنے اور اسلام کے کٹر پیروکار ہونے کی حیثیت سے معروف ہیں۔

ٹاسک ملایا میں تنازعہ کا آغاز دو مسلمانوں - ایک پولیس مین اور ایک دینی معلم - کے درمیان شروع ہوا تھا۔ دینی معلم نے اپنے شاگرد، پولیس مین کے بیٹے کو تادیباً سزا دی تھی، اور یہ تنازعہ غلطی سے "مسیحی مخالف" بن گیا۔

انڈونیشیا میں دو سو سے زیادہ مختلف پروٹسٹنٹ گروہ متحرک ہیں، ان میں سے نسبتاً بڑے چرچ اپنی تاریخ انڈونیشیا کے نوآبادیاتی دور میں تلاش کرتے ہیں، مگر یہ مسیحی کسی ایک جزیرے یا خطّے میں مرتکز ہیں، اِس لیے ان میں قومی معاملات پر اثر انداز ہونے کی صلاحیّت محدود ہے۔

اس وقت سماٹرا کا "باتک" قبیلہ ملک کا سب سے بڑا مسیحی نسلی گروہ ہے۔ اُن کا "باتک چرچ" ایک آزاد چرچ ہے اور لوتھرن رسومات پر عمل کرتا ہے۔ "باتک" جاوا میں آباد ہیں۔ اس جزیرے میں پورے ملک کی نصف آبادی یعنی دس کروڑ افراد زندگی گزار رہے ہیں۔ جزائر ویسٹ تیمور، سومبا اور مولکو میں پروٹسٹنٹ مسیحیوں کی اکثریت ہے، جبکہ ایسٹ تیمور اور فلورز میں رومن کیتھولک مرتکز ہیں۔ ارین جایا کے شمالی حصّے میں ہالینڈ کے ریفارمڈ چرچ کے پیروکار آباد ہیں۔ امریکی ایونجلیکل ارین جایا کے اندرونی علاقوں میں فعّال سرگرمیوں میں مصروف ہیں۔

کیا ہنگاموں میں حسد کا عمل دخل ہے؟

انڈونیشیا کے پروٹسٹنٹ چرچ بحیثیتِ مجموعی چینی نژاد گروہ کے ہاتھ میں ہیں، اور یہی لوگ فسادات میں زیادہ مالی نقصان اٹھاتے ہیں۔ چینی نژاد انڈونیشی عام معیار کے مطابق خوشحال ہیں اور باقی انڈونیشی آبادی میں اُن کے خلاف حسد پایا جاتا ہے۔ ٹاسک ملایا میں پُرتشدد ہنگاموں سے تین روز پہلے مشرقی جاوا کی سرکردہ "کرسچین یونیورسٹی" کے پروفیسر جے -ای - ساہت پائی نے کہا تھا کہ "اوپر سے سب کچھ اچھا لگتا ہے، مگر اندر لاوا پک رہا ہے۔" بعض لوگوں کو خدشہ ہے کہ اگر مسیحیوں نے اپنے جلے ہوئے چرچ "جلدی جلدی، تعمیر کر لیے تو اس سے معاملات کے سدھار میں کوئی مدد نہ ملے گی، یہ چینی نژاد مسیحیوں کی دولت کی ایک اور نمائش ہوگی۔"

بعض مسیحی بھی اپنے چینی نژاد ہم مذہبوں کے شاکی ہیں۔ اُن کی رائے میں "چینی نژاد مسیحیوں کو باقی لوگوں سے الگ تھلگ نہ رہنا چاہیے۔" بنک، بڑی بڑی فیکٹریاں اور معیشت اُن کے کنٹرول میں ہے، اور جب بھی کوئی ہنگامہ یا فساد ہوتا ہے تو یہی مسیحی اِس کا پہلا نشانہ بنتے ہیں۔" ساہت پائی کے الفاظ میں "یہ [چینی نژاد مسیحی] مشرق کے یہودی ہیں۔" دونوں کے درمیان بہت سی مماثلتیں ہیں، کہا جاسکتا ہے کہ ان انڈونیشی "مشرقی یہودیوں" کی اپنی الگ تھلگ بستیاں بھی ہیں۔

انڈونیشیا کے مسیحیوں کو مذہبی اقلیت اور مسیحی ہونے کی اپنی شناخت کا بھرپور احساس ہے۔ نڈر اور بے دھڑک بات کرنے والے ساہت پائی کو الفاظ کے انتخاب میں کبھی دقت کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ اُن کے الفاظ میں "حقیقتاً [مسلم] اب ہم پر اُس طرح غلبہ پانے کی خواہش رکھتے ہیں جیسے ملائشیا یا مصر میں اُن کا غلبہ ہے۔ اگر وہ کامیاب ہوگئے، تو میرے خیال میں انڈونیشیا ایک قوم نہ رہے گا۔ پنج شلا کو ختم سمجھیے۔" ساہت پائی اپنے ہم مذہبوں کو اشعیاء (۱۱:۵۵) کا حوالہ دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اُنہیں خوفزدہ یا شرمسار ہونے کی ضرورت نہیں۔" بائبل کے پیغام کا اظہار ہمارا فریضہ ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے کہ دُنیا کا نمک اور اس کے لیے روشنی بنیں۔" "مسیحی تاریخ میں یہ پہلا موقع نہیں کہ مسیحی اذیت سے گزر رہے ہیں۔ اگر مسیحیّت سچی ہے تو ہمیں شکست نہیں دی جاسکتی۔"

ساہت پائی نے واضح کیا ہے کہ انڈونیشیا سرکاری طور پر اسلامی ریاست نہیں اور مسیحیوں کو پورے حقوق حاصل ہیں۔ "ہم مسیحی انڈونیشیا میں صرف رہتے ہی نہیں، بلکہ ہم نے آزادی کی جدوجہد میں حصّہ لیا ہے۔ اِس کا ثبوت یہ ہے کہ فوجیوں کے ہر قبرستان میں صلیبیں گڑھی ہوئی ہیں۔"

مستقبل کیا ہے؟

مسیحی اداروں اور تنظیموں کے عالمی روابط کے نتیجے میں انڈونیشیا کے مسیحیوں کے حق میں

پراپیگنڈا مہم اِس طرح چلائی جا رہی ہے جیسے مسیحیوں کے وجود کو خطرہ لاحق ہو گیا ہے۔ انسانی حقوق کے تحفّظ کے لیے بیانات جاری ہوئے ہیں۔ صدر سوہارتو کو سیکڑوں خطوط لکھے گئے اور مغربی دُنیا کے ایونجلیکل حلقوں میں چندے جمع ہوئے اور دعائیں مانگی گئی ہیں۔ شمالی امریکہ میں آباد انڈونیشی مسیحیوں نے انٹرنیٹ کا خوب استعمال کیا ہے۔ تباہ شدہ یا جلے ہوئے چرچوں کی تصاویر مہیّا کر کے نہ صرف چندے اکھٹے کیے گئے ہیں، بلکہ ہنگاموں کی ساری ذمہ داری اسلام اور مسلمانوں پر ڈال دی گئی ہے، حالانکہ سورابایا کے مسیحیوں کو حکومت نے امداد فراہم کی ہے، تاکہ چرچوں کی تعمیرِ نو کی جائے اور متاثرین کو مدد دی جائے۔

کیا انڈونیشیا کی اکثریتی آبادی سے بگاڑ پیدا کر کے "امن و امان" کے لیے "پُرخلوص دعاؤں" کی کامیابی کی توقع ہو سکتی ہے؟ یہ سوال شاید انڈونیشیا کے مسیحیوں ہی کے لیے نہیں، بلکہ عالمِ اسلام کے ہر ملک میں آباد مسیحی برادری کے سوچنے کا ہے۔ [اس مضمون میں "کرسچینٹی ٹوڈے" کی رپورٹ A Nation Out of Control? سے خصوصی استفادہ کیا گیا ہے۔]

پاکستان: اقلیّتوں کے خلاف کوئی امتیازی سلوک نہیں برتا جارہا۔

جنیوا میں "کمیشن برائے انسانی حقوق" کو پاکستانی مندوب جناب سائرس قاضی نے بتایا ہے کہ پاکستان میں اقلیّتوں کے خلاف نہ تو کوئی باضابطہ امتیازی سلوک روا رکھا جا رہا ہے، اور نہ سماجی اقدار نے کبھی اِس کی اجازت دی ہے۔ کسی سے امتیازی سلوک برتنا سرے سے اسلام کی روح کے خلاف ہے۔ امتیازی سلوک اسلام، دستور و قانون اور پاکستانی معاشرے کے طور طریقوں سے متصادم ہے۔

۹۸-۱۹۹۷ء میں حکومت پاکستان نے اقلیّتی برادریوں کی فلاح و بہبود کے لیے چھ کروڑ پچاس لاکھ روپے کی رقم مختص کی ہے۔ "اقلیّتی برادریوں کی ثقافت کے تحفّظ اور ترویج کے لیے" حکومت نے صرف اقلیّتی افراد کے لیے "نیشنل کلچرل ایوارڈز" کی سکیم شروع کی ہے۔ اِس کے مطابق ہر سال ادب، فنونِ لطیفہ، اداکاری و گلوکاری اور فوک آرٹس کے شعبوں میں ایوارڈ دیے جاتے ہیں اور ہر ایوارڈ کے ساتھ پچاس ہزار روپے کی نقد رقم شامل ہوتی ہے۔

اقلیّتوں سے تعلق رکھنے والے مستحق طلبہ و طالبات کی تعلیمی ضروریات کے لیے پچاس لاکھ روپے سے ایک فنڈ قائم کیا گیا ہے۔ اُمید ہے کہ ۹۷-۱۹۹۶ء کے لیے وظائف کی تجویز قومی اسمبلی کے اقلیّتی ارکان کی طرف سے جلد ہی متعلقہ حکّام کو موصول ہو جائے گی۔

وزیرِاعظم پاکستان کی طرف سے ہر سال مسیحی برادری کے نادار اور مستحق افراد میں کرسمس کے موقع پر ۳۵ لاکھ روپے تقسیم کیے جاتے ہیں۔ اتنی ہی رقم ہندو برادری میں دیوالی کے موقع پر تقسیم ہوتی